یا معاصر اہل علم میں سے کن حضرات کی تصانیف کارآمد مفید ثابت ہو سکتی ہیں -؟

۶- علمی اور دینی محاذوں پہ کئی فتنے تحریفی، الحادی اور تجددی رنگ میں (مثلاً انکار حدیث، عقلیت، اباحیت، تجدد، مغربیت، قادیانیت اور ماڈرنزم) مصروف ہیں۔ ان کی سنجیدہ علمی احتساب میں کونسی کتابیں حق کے متلاشی نوجوان ذہن کی رہنمائی کر سکتی ہیں -؟

۷- موجودہ سائنسی اور معاشی مسائل میں کون سی کتابیں اسلام کی صحیح ترجمانی کرتی ہیں۔

۸- مدارس عربیہ کے موجودہ نصاب اور نظام میں وہ کونسی تبدیلیاں ہیں جو اسے موثر اور مفید تر بنا سکتی ہیں۔

امید ہے اپنے مفید خیالات سے محروم نہیں کیا جائے گا۔

...

سے ہی وہ سیکھا جو اب جانتا ہوں۔ (اور جو بہت حقیر ہی علم ہے) تاثر یہی ہے کہ آدمی اپنی ذاتی محنت اور کاوش سے کچھ سیکھتا ہے، اور بس۔ ایک ہی استاد کے ایک ہی لکچر سے دو طلبہ دو سو مختلف سبق سیکھتے ہیں۔

مجھے عصر حاضر کے مسائل سے دلچسپی نہیں میرا موضوع اس سے مختلف ہے۔ اس سے آپ کے سوال ز، ح، ط پر اپنی لاعلمی کا اعتراف کرتا ہوں۔

چونکہ "مدارس عربیہ کے موجودہ نصاب" سے میں واقف نہیں ہوں۔ اس لئے کسی رائے زنی کا امکان بھی نہیں۔ آدمی قرآن و حدیث جیسی بنیادی چیزوں کے پڑھنے بلکہ سمجھنے سے بھی آدمی نہیں بنتا، بلکہ ان پر عمل کرنے سے۔ بقول سعدی کے بداخلاق آدمیوں سے آدمی خوش اخلاق بنتا ہے، اگر ان کو نمونہ بنائے کہ خود ویسا نہ کرے۔ (محمد حمید اللہ پیرس)

## مولانا عبدالقدوس ہاشمی

میرے ذاتی حالات کچھ بہت زیادہ دلچسپ نہیں، نہ میری زندگی بڑی بڑی مہمات سے بھری ہوئی ہے۔ کہ لوگوں کو ان مہمات کے پڑھنے میں مزہ آئے، اس لئے اس قصہ کو جانے دیجئے۔

البتہ تعلیم پہ دو چار سطریں اس لئے لکھے دیتا ہوں کہ لوگوں کو آج سے ساٹھ سال پہلے کے تعلیمی انداز کا کسی قدر اندازہ ہو جائے۔

صوبہ بہار کے شہر گیا سے شمال کیطرف سادات کی ایک بستی مخدوم پور کے نام سے آباد ہے۔ میں نے اس بستی میں ۲۶ر جون ۱۹۱۱ء کو عالم آب و گل میں آنکھ کھولی۔ والد مرحوم مولانا سید اوسط حسین صاحب، ایک بڑے عالم، مشہور عالم حدیث شیخ الکل میاں نذیر حسین صاحب، محدث دہلوی کے شاگرد رشید اور دور کے رشتہ دار تھے،

تین چار سال کی عمر ہوئی تو ایک خاص معلم میری تعلیم کے لئے ملازم رکھے گئے، بوڑھے آدمی، نیکوکار اور نیک دل ملک منور حسین صاحب، انہوں نے مجھے تعلیم و تربیت دی، کبھی کبھی خود والد مرحوم بھی پڑھاتے تھے، میں نے ملک صاحب مرحوم سے انجمن حمایت اسلام لاہور کا اردو کا قاعدہ، پہلی، دوسری، تیسری اور چوتھی پڑھی میری آج بھی یہ رائے ہے کہ انجمن کی ان درسیات سے بہتر کوئی سلسلۂ تعلیم اب تک شائع نہیں ہوا ہے۔ اس زمانہ میں چوتھی کتاب کے بعد میں نے انجمن حمایت اسلام لاہور ہی کے شائع کردہ دینیات کے رسالے بھی پڑھے اور فارسی کی پہلی دوسری کتابیں بھی پڑھیں۔ اور پھر فارسی کی اعلیٰ کتابیں بھی یہیں تمام ہوئیں۔

قرآن مجید (ناظرہ) مجھے میری خالہ مرحومہ بی بی قریشہ خاتون صاحبہ نے گھر میں پڑھایا، کلمے بھی یاد کرائے، نماز بھی سکھائی، اور بہشتی زیور مصنفہ مولانا اشرف تھانوی مرحوم میں سے کچھ انتخابات پڑھائے۔

میں ۹-۱۰ سال کی درمیانی عمر میں تھا کہ والد مرحوم کا انتقال ہوگیا۔ اس کے بعد مجھے قریبی بستی بھتیا ڈاں کے ہندو پاٹ شالہ میں داخل کر دیا گیا۔ یہاں میں نے ہندی زبان اور حساب کی تعلیم حاصل کی۔ ایک سال کے بعد شہر گیا کے مدرسہ انوار العلوم میں داخل ہوا۔ اس زمانہ میں مولانا سید محمد سجادؒ مرحوم جو بعد کو نائب امیر شریعت اور جمعیۃ العلمائے دہلی کے صدر بھی رہے، مدرسہ انوار العلوم میں صدر مدرس تھے، مدرسہ میں عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں، اور خود مولانا سید محمد سجاد صاحب نے قرآن مجید مع ترجمہ سبقاً سبقاً مکمل پڑھایا۔

والد مرحوم کا جب انتقال ہوا تھا۔ اس وقت میں اردو اور فارسی میں لکھنے پڑھنے کے قابل ہو چکا تھا۔ البتہ قرآن مجید کے صرف تین پارے اس وقت تک حفظ کئے تھے۔ اور روزانہ اپنی خالہ کو سنایا کرتا تھا۔

مدرسہ انوار العلوم گیا کے بعد مجھے مؤ ضلع اعظم گڑھ کے مدرسہ عالیہ میں داخل کیا گیا۔ مولانا اشرف علی تھانوی کے شاگرد مولانا عبدالرحمٰن ابو النعمان مرحوم مغفور صدر مدرس تھے، وہ میرے والد مرحوم کے ہم سبق رہ چکے تھے۔ اس لئے بڑے مہربان تھے۔ مدرسہ دار العلوم دیوبند کے انداز کا تھا، اور بغیر کسی فرق کے وہی درس نظامیہ اس میں جاری تھا۔ میں نے بھی کئی سال میں درس نظامیہ کی تکمیل کی۔ اس کے بعد میں دار العلوم ندوۃ العلماء میں داخل ہوا وہاں مجھے مولانا حیدر حسن خان محدث ٹونکی اور شمس العلماء مولانا محمد حفیظ اللہ شاگرد مولانا عبدالحی فرنگی محلی سے استفادہ کی سعادت حاصل ہوئی۔ ندوہ کا کورس آخری درجہ فاضل تک مکمل کیا ـــــ

مرحوم مولانا مسعود عالم ندوی، مولانا عبدالواحد عثمانی

اور پرنسپل محمد اکبر وغیرہ میرے ہم سبق رہے۔
میرے گھر میں والد مرحوم کا ایک بڑا کتب خانہ تھا، اس پر مزید خوش قسمتی یہ کہ مجھے تعلیم کے بعد ہی سے کتب خانوں میں کام کرنے کا موقع مل گیا۔ اس لئے میں نے مختلف علوم و فنون پر ہزاروں ہی کتابوں کا مطالعہ کیا انگریزی، سنسکرت، عبرانی اور ترکی زبانیں بھی سیکھ لیں۔ اس طرح ان زبانوں میں لکھی ہوئی کتابوں کا مطالعہ بھی آسان ہو گیا۔ میں نے کتابیں پڑھنے کے سوا زندگی میں کوئی کام قابل ذکر انجام نہیں دیا۔ تفسیر ابن کثیر اور سنن کبریٰ للبیہقی اور صبح الاعشیٰ للقلقشندی سے لے کر طلسم ہوشربا اور طلسم فتنہ نور افشاں کی جلدیں تک پڑھیں۔ شرر مرحوم کے ناولوں سے لے کر پوچ اور لچر کتابیں تک پڑھ ڈالیں لیکن ؎

کیا کچھ نہ پڑھا، پر کچھ نہ پڑھا، گو عمر بسر کی پڑھنے میں
جب سامنے آیا دفتر گل تب جہل کا اپنے راز کھلا

اس سوال کا جواب دینا میرے لئے بڑا مشکل کام ہے کہ میں کن کتابوں سے متاثر ہوا، تفسیر، حدیث اور فقہ کی کتابوں سے کیا اثر لیا یہ تو ظاہر ہے۔ دیندار گھرانے میں آنکھ کھلی، دیندار علماء کی تربیت پائی، ہر کتاب سے اثر لیا۔ اور اثر لینا ہی چاہیے تھا، بخاری شریف، تفسیر ابن کثیر، احیاء العلوم غزالی، اور فقہ کی اعلیٰ کتابوں سے اثر نہ لینا کیا معنی ——؟

اسی طرح امام تیمیہ کی کتابوں سے اثر پذیر نہ ہونے والے میں قبول حق کا فقدان تو ہو سکتا ہے۔ کتاب کا نقص نہیں کہا جا سکتا۔ اس لئے میں کہہ سکتا ہوں کہ ہر فن کی اچھی اور بہتر کتاب سے دل و دماغ نے اثر قبول کیا۔ تفسیر، حدیث فقہ اور تصوف کی کسی کتاب کا ذکر ضروری نہیں بلکہ صرف یہی کہا جا سکتا ہے کہ ؎

تمتع زہر گوشہ یافتم
زہر خرمنے خوشہ یافتم

ان علوم کے علاوہ دوسرے علوم کی کتابوں سے بھی ہمیشہ فائدہ ہی حاصل کیا۔ کسی سے صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی ملی اور کسی سے گمراہی کی نشاندہی کا فائدہ حاصل ہوا، مطالعہ کا فائدہ بہرحال ہمیشہ حاصل ہوتا ہی رہا۔

**مطالعہ کی دو قسمیں** | میں نے مطالعہ کی دو قسمیں قرار دے رکھی ہیں۔ ایک کا نام میں نے کماؤ مطالعہ رکھا ہے۔ یعنی ایسا مطالعہ جس سے ہم کچھ کماتے اور حاصل کرتے ہیں۔ مثلاً امام ابن تیمیہ کی کتاب منہاج السنۃ، یا امام غزالی کی کتاب احیاء العلوم ہم ان کتابوں کے مطالعہ سے وہ حاصل کرتے ہیں جو ان بزرگوں نے اپنی ساری عمر میں مطالعہ، فکر اور تدبر کے ذریعہ کمایا تھا اور ہمارے لئے اپنی کتابوں میں اسے محفوظ کر دیا تھا۔ اسی طرح ایک شخص جو امام ربانی مجدد الف ثانی کے مکتوبات کا مطالعہ کرتا ہے۔ وہ گویا اپنی عمر کے ایک چھوٹے

سے حصہ کے عوض حضرت مجدد رحمۃ اللہ کی مقدس زندگی کے تجربات حاصل کر لیتا ہے۔

مطالعہ کی دوسری قسم گنواؤ مطالعہ ہے۔ یہ وہ مطالعہ ہے جس میں آدمی اپنی عمر کو بھی گنوا دیتا ہے، اور حقیقۃً کچھ بھی حاصل نہیں کرتا۔ مثلاً کوئی شخص گھٹیا درجہ کے افسانے اور ڈرامے پڑھنے میں یا سینما دیکھنے میں اپنا وقت ضائع کرتا ہے تو حقیقۃً اپنی عمر کا ایک حصہ گنوا دیتا ہے۔ اور اس کے عوض کچھ بھی اسے حاصل نہیں ہوتا، اس کے دل میں یہ تمنا پیدا ہوتی ہے کہ ہیرو کی جگہ وہ خود ہوتا لیکن یہ تمنا بے حاصل ہوتی ہے۔ شاید ہی کسی نے ڈراموں کو حقیقت سمجھ کر اپنے اندر کوئی فکری یا عملی انقلاب پیدا کیا ہو، ان گھٹیا درجہ کے افسانوں اور ڈراموں کی زبان بھی اتنی اچھی نہیں ہوتی کہ ان کے ذریعہ زبان سیکھنے کا فائدہ اٹھایا جا سکے۔ میں نے مختلف زبانوں میں ایسے سینکڑوں نہیں، ہزاروں ہی فسانے اور ڈرامے پڑھے، لیکن زباندانی کا فائدہ بھی ان سے حاصل نہ ہو سکا۔ ممکن ہے کہ ہزاروں میں سے دو چار نے کوئی فائدہ ان سے حاصل کیا ہو۔ لیکن میرا تجربہ یہ ہے کہ زباندانی کا فائدہ دوسری علمی کتابوں سے کم وقت میں زیادہ حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے اس قسم کے مطالعہ کو میں "گنواؤ مطالعہ" کہتا ہوں۔

اب میں اردو زبان کی دس کتابوں کا ذکر کرتا ہوں جن سے مجھے بڑا فائدہ حاصل ہوا۔ ظاہر ہے کہ ایسی ساری کتابوں کا ذکر جن سے میں متاثر ہوا، چند صفحات کے ایک مضمون میں تو کیا، شاید ایک ضخیم تصنیف میں بھی ممکن نہیں اس لئے صرف دس کتابوں ہی کا ذکر کروں گا:

۱۔ خطباتِ مدراس: علامہ سید سلیمان ندویؒ کے آٹھ مشہور خطبات جو انہوں نے سیرۃ طیبہ کے موضوع پر لالی ہال مدراس میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کے سامنے دئے تھے۔ اس چھوٹی سی کتاب کے ترجمے مختلف یورپی اور ایشیائی زبانوں میں ہو چکے ہیں۔ جو شخص ان خطبات کو غور سے پڑھے گا، میری اس رائے سے اتفاق کرے گا کہ یہ مختصر سی کتاب اپنے موضوع پر بے مثال کتاب ہے، اور اگر آدمی میں ذرا بھی قبولِ حق کی صلاحیت موجود ہے تو یہ چند اوراق انسان میں فکری اور عملی انقلاب پیدا کرنے کے لئے کافی ہیں۔

۲۔ سیرۃ النبی کی جلد ۳، ۴، ۵، ۶ مصنفہ علامہ سید سلیمان ندویؒ، اعلیٰ تعلیم یافتہ کے لئے بہترین کتابیں ہیں، میں نے کسی زبان میں اس سے بہتر اور مفید کتاب نہیں دیکھی اور یہی رائے مولانا محمد علی جوہر مرحوم اور علامہ اقبال مرحوم نے اسکے مطالعہ کے بعد ظاہر فرمائی تھی۔

۳۔ بہشتی زیور: مصنفہ مولانا اشرف علی تھانویؒ کو بھی میں نے بڑی مفید اور لاجواب کتاب

پایا۔ جزوی طور پر اختلاف ممکن ہے۔ لیکن مجموعی طور پر یہ کتاب اتنی کار آمد اور مفید ہے کہ اردو ہی میں نہیں بلکہ اور زبانوں میں بھی اس کے مقابل کوئی کتاب نہیں ٹھہرے گی۔

۴۔ تاریخ ارض مقدس : مصنفہ مولانا عبدالحلیم شرر لکھنوی۔ اس کتاب کے دو حصے ہیں، تاریخ یہود اور تاریخ عیسائیت، ضخامت بہت زیادہ نہیں لیکن اس موضوع پر یہودیوں اور عیسائیوں کی لکھی ہوئی بہت سی ضخیم کتابوں کے مطالعہ کے بعد اس چھوٹی سی کتاب کی قدر معلوم ہو سکی۔ اتنی معلومات اور اس قدر اختصار کے ساتھ نہایت سلجھے ہوئے انداز میں پیش کی گئی ہیں کہ کسی اور جگہ اسکی نظیر نہیں ملتی۔

۵۔ دین و دانش : مصنفہ پروفیسر محمود علی کیمبرج میں نے اس کتاب کو اردو کی بہترین کتابوں میں سے ایک لاجواب کتاب پایا۔ اسے کئی بار پڑھا۔ یہ اپنے موضوع پر بہترین کتاب ہے۔ میں نے اس کتاب کو پڑھ کر بہت فائدہ اٹھایا۔ اور میری رائے میں یہ کتاب اس قابل ہے کہ مدرسوں اور کالجوں میں طلبہ کو پڑھائی جائے۔

۶۔ الجہاد فی الاسلام : مصنفہ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، اسلام میں جہاد کے مقاصد و احکام کیا ہیں۔ اس موضوع پر اس سے بہتر کتاب میں نے نہیں دیکھی، میں نے اسے ایک بار اپنی طالب علمی کے زمانہ میں پڑھا تھا، اور دوسری بار اب بڑھاپے میں پڑھا۔ بڑی مفید اور صحیح معلومات بڑے ادیبانہ انداز میں پیش کی گئی ہیں۔

۷۔ اسلام کا اقتصادی نظام : مصنفہ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی مرحوم، اگرچہ یہ کتاب اصطلاحی معنوں میں فن معاشیات پر نہیں لکھی گئی ہے۔ لیکن مفید معلومات اور ترتیب و تنسیق کے اعتبار سے معاشیات کی ایک بہترین کتاب ہے۔ میں نے ایک بار نہیں دو بار اس کتاب کو پڑھا اور اس وقت پڑھا جب کہ میں یونیورسٹیوں کے مقررہ نصاب ایم اے (معاشیات) کی ساری کتابیں پڑھ چکا تھا، اگر مروجہ فن معاشیات کی دو ایک ابتدائی کتابوں کے بعد اس کتاب کا مطالعہ کیا جائے تو زیادہ مفید ہوگا۔

۸۔ الفاروق : مصنفہ مولانا شبلی نعمانی مرحوم۔ ہر اعتبار سے ایک ایسی کتاب ہے جس پر کوئی زبان فخر کر سکتی ہے، اس کا ترکی ترجمہ عمر رضا نے اور انگریزی ترجمہ شبلی کے لائق شاگرد مولانا ظفر علی خان مرحوم نے کیا ہے۔ معلومات، قوت تحریر اور ادیبانہ انداز بیان کے لئے شبلی کا نام کافی ہے۔ میں نے اسے کئی بار شروع سے آخر تک پڑھا، اور ہر بار اس سے متاثر ہوا۔

۹۔ الدین القیم : مصنفہ مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم۔ چھوٹی سی کتاب ہے، لیکن بہت ہی کار آمد۔ عام طور سے مدارس و کلیات میں پڑھائی جاتی ہے۔ میں نے اس کتاب سے اور اس کے فاضل مصنف سے بہت کچھ حاصل کیا ہے۔ مولانا مرحوم کیساتھ

کئی سال بسر کیئے ہیں اور ان کے کمالات علمی سے استفادہ کیا ہے۔

۱۰۔ رحمۃ للعلمین : قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری مشہور کتاب ہے۔ یہ کتاب تین حصوں پر مشتمل ہے۔ میں نے اس کتاب کو پڑھ کر اس سے اچھا اثر لیا۔ تحقیق و تلاش سے اسکی بعض روایات پر گفتگو کی جا سکتی ہے لیکن جو شخص اسے غور سے پڑھے گا، اپنے لئے مفید پائے گا۔

مندرجہ بالا دس کتابوں کے بعد شاید یہ سوال پیدا ہو کہ میں نے شعر العجم (مولانا شبلی) موازنہ انیس و دبیر (مولانا شبلی) اردو کی بہترین کتاب خیام (سید سلیمان ندوی) حیات شبلی (سید سلیمان ندوی) اسی طرح حضرت شیخ الہندؒ، مولانا قاسم نانوتویؒ اور مولانا انور شاہ کشمیریؒ کی تصانیف کا ذکر کیوں نہیں کیا؟ حقیقت یہ ہے کہ میں نے ان بزرگوں کی تحریروں سے بہت کچھ استفادہ کیا، اور بہت کچھ سیکھا ہے۔

اس کی ایک عام وجہ تو وہی ہے جو میں شروع میں عرض کر چکا ہوں کہ ان تمام کتابوں کا ذکر ممکن نہیں ہے۔ جن سے میں نے کوئی اثر لیا، دوسری وجہ یہ ہے کہ مندرجہ بالا دس کتابیں اردو زبان کی وہ کتابیں ہیں جو مطالعہ کرنے والے کے یقین و عمل پر براہ راست اثر انداز ہوتی ہیں، اور اپنے تجربہ کی بنا پر میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ مجھ پر ان کتابوں کا اثر پڑا۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ہر شخص پر ایسا ہی اثر پڑ سکتا ہے۔ یہ بالکل شخصی و انفرادی معاملہ ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کسی شخص پر اثر پڑے اور کسی پر کوئی اثر نہ ہو۔ لیکن پھر بھی میں یہ مشورہ دونگا کہ پڑھنے والے ان کتابوں کو پڑھیں اور غور سے پڑھیں۔ ہر پڑھنے والے کو ان سے کچھ نہ کچھ فائدہ حاصل ہوگا۔

کتابوں اور رسالوں کی قسمیں | اب دوسرے سوال کو لیجئے، اس وقت جو کتابیں لکھی جا رہی ہیں اور جو رسالے شائع ہو رہے ہیں۔ میں ان میں سے کس قسم کی کتابوں اور رسالوں کو پسند کرتا ہوں۔ اس کا جواب ضمناً آچکا، وہ یہ کہ جس کتاب یا رسالہ کے پڑھنے سے ہمیں کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ وہ گزارہ مطالعہ کے ذیل میں آتے ہیں۔ اور میرے لئے یہ ممکن نہیں کہ انہیں پسندیدہ نظروں سے دیکھوں، عام ادبی و تفریحی تحریروں سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ اگرچہ میں انہیں پڑھ لیتا ہوں، لیکن اس کی وجہ پسندیدگی نہیں بلکہ پڑھنے کا وہ مرض ہے جو اب میری ذات میں مزمن ہو چکا ہے۔

میں کتابوں اور رسالوں کو ابتدائی تقسیم کے طور پر تین درجوں میں تقسیم کرتا ہوں۔

پہلا درجہ : وہ کتابیں اور رسائل جن کے مطالعہ سے قاری کا یقین متاثر ہوتا ہے۔ اور اسی کے مطابق عمل میں انقلاب پیدا ہوتا ہے۔ ان میں دینی کتابیں، بزرگوں کے احوال، تاریخ انسانی

کے عبرتناک واقعات دورِ حاضر کے حالات اور علمی انکشافات، اصول قانون وغیرہ داخل ہیں ——

اس درجہ میں ذیلی تقسیم در تقسیم بھی ہو سکتی ہے۔ بلکہ ہونی چاہیئے۔ لیکن اصل مقصود بہرحال یہی رہنا چاہیئے کہ کسی کتاب یا مقالہ کے پڑھنے سے ہمارا یقین کس حد تک متاثر ہوتا ہے۔ اور اس یقین کا جو مطالعہ کے بعد قاری میں پیدا ہوتا ہے اسکی عملی زندگی پر کیا اثر نمایاں ہوتا ہے۔

دوسرا درجہ: فنی کتابیں اور رسالے۔ ان میں کارآمد فنون پر لکھی ہوئی تمام کتابیں اور مقالات داخل ہیں، مثلاً طب، طبعیات، کیمیا، ریاضی معاشیات، سیاسیات، باغبانی، مرغبانی، مشینیات صنائع اور ہنرمندی وغیرہ پر لکھے ہوئے مقالات اور کتابیں، زباندانی و زبان آموزی پر لکھی ہوئی کتابیں اور مقالات بھی اسی درجہ میں داخل ہیں۔

اس درجہ میں بھی ذیلی تقسیم در تقسیم ہونی چاہیئے اور ایسی تقسیم حقیقۃً موجود ہے، لیکن اصل مقصود بہرحال برقرار رہنا چاہیئے کہ مطالعہ کے ذریعہ قاری کو ایسی معلومات مہیا ہو جاتی ہیں جو اس کی زندگی میں کسی نہ کسی موقع پر کارآمد ثابت ہو سکتی ہیں۔

تیسرا درجہ: مندرجہ بالا دونوں درجوں سے باہر کی ساری کتابیں اور مقالات اس درجہ میں داخل ہیں۔ مثلاً سیاسی پروپیگنڈے کی کتابیں خاص خاص مقاصد کے ماتحت لکھی ہوئی تاریخیں اور گھٹیا درجہ کے شیطانی مقاصد کی تکمیل کے لئے تحقیقاتی کارناموں کے نام سے لکھی ہوئی کتابیں اور مقالات جن میں سے اکثر کا مقصد دوسری قوموں میں بے یقینی اور احساس کمتری پیدا کرنے کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ مثال کے لئے نولدیکے، ولیم میور، اور پادری زویمر کے مقالات اور ان کی کتابیں دیکھئے۔

قدیم اور جدید فلسفیوں کے افکار کا مطالعہ کرنے کے بعد میں نے فلسفہ کی کتابوں کو بھی اسی تیسرے درجہ میں داخل کر دیا ہے۔ افلاطون و ارسطو کی حماقتوں سے لے کر ہیگل اور رینان تک کی تحریروں کا حاصل بے یقینی، بے حضوری اور بے عملی کے سوا کچھ نہیں۔

حکیم الاسلام علامہ اقبالؒ نے بالکل سچ کہا ہے کہ ؎

حاصل ہے خرد کا بے حضوری
ہے فلسفۂ زندگی سے دوری
افکار کے نغمہ ہائے بے صوت
ہیں ذوقِ عمل کے واسطے موت

انسانی زندگی کی تکمیل اور حیاتِ ارضی میں کامیابی کے لئے نہ فلسفیوں کے افکار رہنما ہو سکتے ہیں اور نہ ان کے اعمال، غیر مسلم فلسفیوں کو کیا کہیئے، خود اپنے مسلمان فلسفیوں کی کتابیں پڑھیئے تو افکار میں تضاد، شک بالائے شک، ہر بات غیر یقینی بے ضرورت طولِ کلام اور بے فائدہ موشگافیوں

کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ رہا عمل کا معاملہ تو اس کے لئے معلمِ ثانی ابو نصر فارابی اور معلمِ ثالث بو علی سینا کے حالات زندگی کو دیکھئے، قول سے فعل اور فعل سے قول کہیں نہیں ملتا۔ ساری زندگی دل و دماغ کی جنگ نظر آتی ہے۔

اس کے برخلاف انبیاء کرام کی زندگیوں کو دیکھئے، کتنا محکم یقین اور کس قدر پختہ عمل دکھائی دیتا ہے۔ دوسروں کو جو یقین رکھنے کیلئے کہتے ہیں، خود اس پر یقین رکھتے ہیں، اور سب سے زیادہ محکم یقین رکھتے ہیں۔ جو عمل کرنے کی ہدایت دوسروں کو دیتے ہیں، خود اس پر سب سے زیادہ سختی کے ساتھ عمل کرتے ہیں۔ اور یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ ؎

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
جہادِ زندگانی میں یہ ہیں مردوں کی شمشیریں

٭ ٭ ٭


# نشاط

## مسرت و شادمانی کا نشان

### ہماری مقبولِ عام اور پائیدار مصنوعات

عوام الناس کے لئے ارزاں قیمتوں پر ہر جگہ دستیاب ہیں

**کپڑا**

| | |
|---|---|
| شبنم | سمرینہ |
| ۴۴۸۴۴ | ملیشیا |
| نشاط | ملیشیا |
| ریاض ۴۴ | مارکین ۴۳ |
| ۵۶۰۰۰ | لٹھا |
| ریاض ۱ے | مارکین ۴۴۳ |

**سوت کوالٹی**

| | |
|---|---|
| ایس / ۱۰ | بنڈل وکون |
| ایس / ۱۶ | " " |
| ایس / ۲۰ | " " |
| ایس / ۲۱ | " " |

اور ٹیکسٹائل ملوں کے لئے اعلیٰ کوالٹی کے سوت کی پیشکش

**نشاط سرحد ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ پشاور**

سیلز منیجر ۲۷۵۷ ، مینیجنگ ڈائرکٹر آفس ۲۵۵۰ ، رہائش ۲۵۵۰